

## 200668- اپنی بھائیوں کی شادی کیلئے اخراجات اٹھائے تو کیا والد اپنے ترکے میں سے کچھ اس کے نام کرو سکتا ہے؟

### سوال

میں ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں جس نے اپنی چار بھنوں کی شادیوں میں اپنے والد کی اس لیے مدد کی تھی کہ والد اپنی ملکیت میں موجود چیزوں کو فروخت نہ کرے، تو کیا والد اپنی ملکیت میں موجود کچھ چیزوں اس کے نام کر سکتا ہے؟ یا پھر بھنوں کا اس کیلئے راضی ہونا ضروری ہے؟ یا بھنوں کی رضا مندی کے بغیر جی اس کے نام کچھ کرو سکتا ہے؟ اور اگر بھنیں اپنے بھائی کے نام کسی بھی چیز کے کروانے پر راضی نہ ہوں اور والد پھر بھی اس کے نام کچھ کروادے تو کیا والد پر اس صورت میں کوئی گناہ ہوگا؟ اور اگر والد اپنے بیٹے کے نام کچھ لکھنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو والد کا ترک سب ورشا کا ترک شمار ہوگا؟ یا بیٹا اپنی بھنوں پر کیے ہوئے خرچے کو لے گا اور باقی وراثت کی طرح سب ورشا میں تقسیم کر دیا جائے گا؟

### پسندیدہ جواب

بھائی نے اپنی بھنوں کی شادی کیلئے جو کچھ بھی کیا یقینی طور پر نیکی اور اطاعت کا کام تھا اسے اس پر اجر ضرور ملے گا۔

اور اس بھائی کے اس اقدام کے بارے میں دو احتمال ہیں:

اول:

بھائی نے یہ سب کچھ اپنے والد کے ساتھ تعاون اور بھنوں کی شادی کیلئے مدد کے طور پر کیا ہویا اپنی بھنوں کے ساتھ صلمہ رحمی کرتے ہوئے کیا ہو تو اس حالت میں بیٹا اپنے والد یا بھنوں سے کچھ بھی مطالبہ نہیں کر سکتا کہ جو کچھ اس نے شادی کیلئے کیا تھا اب اس کا بدل چکانے کا مطالبہ کرے، چاہے یہ مطالبہ والد سے برادر است ہو یا والد کی وفات کے بعد ان کے ترکے سے کرے؛ کیونکہ بھائی نے شادی کی تیاری میں اپنے والد کا باتھ اس لیے بیٹا یا تھا کہ نیکی اور احسان ہو گانہ کہ قرض یا ادھار، یا بعد میں اس کا معاوضہ لیئے کیلئے اس نے ایسا کیا؛ چنانچہ صحیح بخاری: (2589) اور مسلم: (1622) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اپنے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کتابے کر کے اسے دوبارہ چاٹ لے)۔

اور نہ ہی والد اسے کوئی چیز اس نیکی کے بد لے میں دے سکتا ہے؛ کیونکہ بیٹے نے یہ کام بطور احسان کیا تھا، اور احسان کرنے کی صورت میں اسے دیکھ بھن بھائیوں پر ترجیح دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ابن قدمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو عظیمہ اور ہدیہ دیتے ہوئے سب میں برابری کرے اور کسی کو دوسرے ہن بھائیوں پر ترجیح مت دے، چنانچہ اگر کوئی انسان اپنی کچھ اولاد کو توبہ یہ دے لیکن کچھ کوئی دے یا سب کو دیتے ہوئے برابری نہ کرے تو اس پر اسے گناہ ہوگا، نیز سب اولاد میں برابری کرتے ہوئے دو میں سے ایک کام کرنا ہوگا: جس اولاد کو زیادہ دیا ہے وہ واپس لے لے یا دوسروں کو بھی اتنا ہی دے دے۔"

طاووس رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اولاد کو تھانف دیتے ہوئے سب میں برابری نہ کرنا بجا نہیں ہے، چاہے جلی ہوئی روٹی ہی اضافی کیوں نہ دی جائے"۔

یہی موقف ابن مبارک سے مروی ہے اور اسی طرح کا موقف مجادہ اور عروہ سے منقول ہے "انہی  
المعنى" (387/5)

مزید کیلئے سوال نمبر : (22169) کا مطالعہ کریں۔

نیز دائیٰ فتویٰ کیمیٰ (207/16) کے علمائے کرام سے پوچھا گیا:

"میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور یہ جانتا ہوں کہ موت ایک حقیقت ہے، جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے، اور میرا سوال یہ ہے کہ میری والدہ ایک چھوٹے سے گھر کی مالک ہیں، جس کی میں نے از سر نو تعمیر کی ہے، اور میرا ایک بھائی ہے، جو اس تعمیر میں میرے ساتھ بالکل شریک نہیں تھا، اور وہ میرے والدین کو بہت زیادہ ناراض کرتا رہتا ہے، اور وہ اب تک ان کے ساتھ بہت براتھام کرتا ہے، اور وہ آج کل گھر سے باہر کمیں اور زندگی گزار رہا ہے، جسکی وجہ سے میری والدہ بہت زیادہ خصوصیں ہیں، اور انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ یہ گھر میرے نام پر جھٹکڑ کروائیں گی، لہذا میں اب آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اگر میری والدہ نے یہ گھر میرے نام لکھ دیا اور میرے بھائی کو اس سے محروم کر دیا، تو کیا ان کو گناہ ہو گا؟ اور اگر میں نے یہ گھر لے لیا، تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے؟"

تو انہوں نے جواب دیا:

"اگر حقیقت ایسی ہے جیسے کہ ذکر کی گئی ہے، تو آپ کی والدہ کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے بھائی کو محروم کریں اور آپ کو یہ گھر دیں، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

(تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو) اس بارے میں دیگر بہت سی احادیث وارد بھی ہیں۔

اور اگر انہوں نے ایسے ہی کیا، جیسے کہ وہ کہہ رہی ہیں، تو وہ گناہ گارٹھیریں گی، اور آپ بھی گناہ گارٹھیریں گی، اس لیے کہ آپ یہ گھر قبول کر کے ظلم اور گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ٹھہرے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں اس طرح کی چیزوں سے منع فرمایا ہے:

(وَتَعَاوُنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالْتَّقْوَى وَلَا تَعَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدُوَّانِ)

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون کرو براہی اور زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون مت کرو۔ [سورہ مائدہ: 2]

اور یہ واجب ہے کہ یہ عطیہ لوٹا دیا جائے، یا پھر دوسرے لڑکے کو بھی اسی کے برابر کوئی عطیہ دیا جائے، اور جب آپ یہ دیکھ رہے ہیں، کہ آپ کی والدہ آپ کے بھائی کو آپ کے ساتھ اس گھر میں شریک نہ کرنے کے ارادے پر ڈھنی ہوئی ہیں، تو آپ کے لیے اس عطیہ کو قبول کرنے پر کوئی ممانعت نہیں ہے، لیکن آپ پر اس کا آدھا حصہ اپنے بھائی کو دینا واجب ہے، تاکہ آپ اپنے ذمے سے بری ہو جائیں، اور یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ آپ کی والدہ کی آپ دونوں کے علاوہ کوئی اور اولاد نہ ہو۔"

وائسی کیمیٰ برائے علمی تحقیقات و فتاویٰ

رکن: عبد اللہ بن قعود نائب صدر: عبد الرزاق عثمنی صدر: عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

دوم:

اس بھائی نے ہنہوں پر اس لیے خرچ کیا تھا کہ والد سے واپس لے گا تو ایسی صورت میں والد اسے اپنے مال سے دے سکتا ہے، یا اس کیلئے اتنے مال کی وصیت کر سکتا ہے جو اس نے شادی کے اندر جات پر خرچ کیا تھا، اس صورت میں دوسروں بھائیوں کو دینا ضروری نہیں ہے چاہے دیگر بھائی اس پر راضی نہ ہوں؛ کیونکہ اس صورت میں یہ رقم عطیہ نہیں ہوگی اور نہ بھی بہہ ہوگی، بلکہ ایک اعتبار سے یہ قرض کی ادائیگی میں شامل ہو گا۔

دانیٰ فتویٰ کمیٹی (205/16) کے علانے کرام سے پوچھا گیا:

"میرے والد صاحب کی عمر تقریباً 75 سال ہے، وہ ابھی زندہ ہیں، ان کا ایک پرانا مٹی سے بنایا گھر اچھے علاقے میں ہے، میں نے اس گھر کو منہدم کر کے اپنے پیسوں سے اس کی از سر نو پکی تعمیر کروانی، اور میں نے اس گھر کو کرانے پر دیا ہے، اور اس کے کرانے کی رقم میں ان لوگوں کو دیتا ہوں، جو مجھ سے قرض طلب کرتے ہیں، میں نے اس گھر کی تعمیر میں تعمیری ترقیاتی فنڈ سے کوئی قرض بھی نہیں لیا، اب میرے والد صاحب کی خواہش ہے کہ وہ اپنے اس گھر کو میری اولاد میں سے ایک کے حق میں کر دیں، جس کی عمر کم از کم سات سال ہے، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ میرے والد صاحب کی اولاد میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں، ایک بیٹی مجھ سے بڑی ہے، اور باقی سب مجھ سے چھوٹی ہیں، اور میں ہی اپنے والد اور والدہ صاحبہ کی تقریباً 15 سال سے کفالت کر رہا ہوں"

تو انہوں نے جواب دیا:

"آپ کے ذکر کردہ سوال میں غور و فکر کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کے جس بیٹے کیلئے آپ کے والد صاحب اس گھر سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں، وہ ابھی فی الحال اس گھر کا محتاج نہیں ہے، اور آپ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے والد صاحب سے یہ وعدہ کیا ہے، کہ اگر انہوں نے آپ کے بیٹے کو یہ گھر دے دیا، تو آپ اپنے بھائیوں کیلئے اس کے بدله اپنے بیسوں سے ایک الگ گھر بنانا کر دیں گے، اور یہ کہ آپ کی پانچ بہنیں شادی شدہ ہیں، اور یہ کہ آپ نے پہلے ہی اپنے والد صاحب کو اپنے بیسوں سے وہ گھر بنانا کر دیا ہے، جو وہ ابھی آپ کے بیٹے کو دینا چاہتے ہیں، یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ کے والد صاحب کا مقصد صرف آپ کو یہ گھر دینا ہے، نہ کہ آپ کی دیگر بہنوں کو، اور انہوں نے عطیہ دینے میں آپ کے بیٹے کا نام جیلہ کرتے ہوئے لیا ہے تاکہ خلیم کے نام سے بچیں، لہذا آپ کے والد صاحب کیلئے یہ جائز نہیں ہو گا کہ وہ آپ کے بیٹے کو یہ گھر دیں؛ کیونکہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (تم اللہ سے ڈر و اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو)

اور جاہ تک آپ نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ آپ ہی اپنے والد کے گھر کے اخراجات اٹھاتے ہیں، تو [اس بارے میں ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ] اگر یہ پیسہ خرچ کرتے وقت ہی آپ کے دل میں صدقہ کی نیت تھی، تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدل دیگا، آپ کو یہ رقم اپنے والد سے واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

اور اگر آپ نے واپس لینے کی نیت سے خرچ کیا تھا، تو آپ یہ رقم اپنے والد سے لے سکتے ہیں، لیکن آپ کیلئے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے والد سے ان بیسوں کا محساہہ نہ کریں، اور نہ ان پر خرچ کی ہوئی رقم کو زیادہ سمجھیں، آپ کا ثواب تو اللہ کے پاس ہے، اور اگر آپ کی نیت درست تھی، تو آپ کو اپنی امید سے زیادہ بھی ثواب مل سکتا ہے۔"

دانیٰ کمیٹی برائے علمی تحقیقات و فتاویٰ

رکن: عبد اللہ بن قعود نائب صدر: عبد الرزاق عشفی صدر: عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

واللہ اعلم.